تفسیر احمد

سُورَةُ الطَّارِقِ

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الطارق» کا تفسیر و ترجمه

تصنیف: امین الدین « سعیدي - سعید افغانی»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الطارق

پارہ (30)

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ، اس کی سترہ(17) آیتیں ہیں۔

وجہ تسمیہ:

"وَالسَّمَآءِوَالطَّارِقِ" پرقسم کھانے کی وجہ سے اس سورت کا نام"طارق" رکھا گیا ہے، "طارق" کا معنی توڑنے والا اور کچلنے والا ہے، وہ چمکنے والا چاند یا ستارہ جو رات کی تاریکی کو چیر پھاڑ کر اپنی روشنی زمین پر پہنچائے اسے "طارق" کہتے ہیں۔

اس سورت کی پہلی آیت میں "طارق" کی قسم کھائی گئی ہے، جیسا کہ ہم نے کہا سورت کا نام اس کے مطابق رکھا گیا ہے، واضح رہے کہ عرب کے صحرانشین اس سے پہلے بھی "طارق" نام کے ستارے سے واقف تھے، اور اسے پہچانتے تھے، بتایا گیا ہے کہ جنگ احد میں ہندہ بنت عتبہ ابو سفیان کی بیوی عورتوں کے ایک گروہ کے ساتھ قریش کے لشکر میں تھی، جو اپنے جنگجوؤں کی حوصلہ افزائی کے لیے مل کر گیت گاتی تھی، جس کا ایک شعر درج ذیل ہے:

نحن بنات الطارق * نمشی علی نمارق

ترجمہ: ہم چمکتے ستارے کی بیٹیاں ہیں، جو نرم قالینوں پر چلتی ہیں۔

سورہ طارق کے نزول کا وقت:

سورہ طارق کے مشتملات اور موضوعات بقیہ سورتوں کی طرح مکی دور کے ابتدائی ایام سے متعلق ہیں، لیکن یہ سورت تب نازل ہوئی تھی جب کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور قرآن عظیم الشان پر کاری ضرب لگانے کے لیے تمام حربے استعمال کررہے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الطارق کا سورة البروج سے تعلق اور مناسبت:

الف: دونوں سورتوں طارق اور بروج کی ابتداء اور آغاز سورۂ انشقاق اور انفطار کی طرح آسمان پر قسم کھانے سے ہوتی ہے۔

ب: اسی طرح اس کی آیات کی ترکیب میں: زندہ ہونا، قیامت، قرآن کی صفات اور مشرکوں، جھوٹوں اور کافروں کا رد جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے، جس میں سے سورۂ بروج کی آیات (13،21،22) اور سورۂ طارق کی آیات (8-13) کا ذکر ہے۔

سورة الطارق کے الفاظ،حروف اور آیات کی تعداد:

سب سے پہلے جاننا چاہیے کہ سورة الطارق سورة البلد کے بعد نازل ہوئی ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس سورت کا "طارق" نام رکھنے کی وجہ اس کی پہلی آیت کی بنیاد پر ہے، سورہ "طارق" مکی سورتوں میں سے ہے، اس کا ایک (1) رکوع، سترہ(17) آیتیں، اکسٹھ(61) الفاظ، ایک سو چوراسی(184) حروف، اور اٹھانوے(98) نقطے ہیں۔

(یہ بات قابل ذکر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے "سورة الطور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں) ۔

سورة الطارق کا سبب نزول:

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے: ابو اشدرنگے ہوئے چمڑے پر کھڑے ہوکر کہتا تھا: اے قریش! جو مجھے اس چمڑے کے اوپر سے ہٹالے میں فلاں فلاں چیز دونگا، پھر کہتا محمد کا دعوی ہے کہ: جہنم کے نگہبان انیس(19) افراد ہیں، میں اکیلے تمہیں ان میں سے دس سے نجات دونگا، اور تم سب مجھے باقی نو کے شر سے نجات دلاؤ، اس کے متعلق: "فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ" نازل ہوئی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الطارق سے متعلق معلومات:

اس کے بنیادی موضوعات دو محوروں قیامت اور قرآن عظیم اور اس کی قدرو اہمیت کے گرد گھومتے ہیں، لیکن سورت کے شروع میں فکر انگیز قسموں کے بعد بنی نوع انسان کے لیے خدا کی طرف سے مقررکردہ نگران کے وجود کی طرف اشارہ ہوا ہے، اس کے بعد معاد "یوم واپسی ، یعنی قیامت" کے امکان کو ثابت کرنے کے لیے پہلی زندگی اور منی سے انسان کی ابتدائی تخلیق کی طرف اشارہ ہے اور نتیجہ اخذ کیاگیاہے، (خدا تعالیٰ جو اسے ایسے بے کار اور حقیر پانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اسے دوبارہ واپس لانے کی قدرت رکھتا ہے) اس کے بعد قیامت کے دن کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے، پھر بہت سی معنی خیز قسموں کے ساتھ قرآن کی اہمیت کی نشاندہی کی گئی ہے، اور آخر میں کافروں کو عذاب الٰہی کی دھمکی دے کر سورت کو ختم کیاگیا ہے، اس سورت میں ایک خاص خوبصورتی کے ساتھ کہا گیا ہے: کہ ہر انسان کا ایک خاص محافظ اور نگران ہوتا ہے، جو اس کے اعمال کو لکھ کر رکھتا، اور حساب و کتاب اور جزا اور سزا کے لیے اس کو محفوظ رکھتاہے ۔

اس وجہ سے انسان اکیلا نہیں ہے، جو کوئی بھی ہو اور جہاں بھی ہو وہ خدا تعالیٰ کے مامور فرشتوں کی نگرانی میں ہوگا، یہ وہ اصل مقصد ہے جس پر توجہ دینے سے انسان کی اصلاح ہوسکتی ہے اور یہ اس کی تعلیم میں انتہائی مؤثر ہے، انسان شروع میں مٹی تھا، پھر کئی مرحلوں سے گزر کرنطفہ بن گیا، اور یہ نطفہ پیچیدہ اور حیرت انگیز مراحل سے گزرنے کے بعد مکمل انسان کی صورت میں تبدیل ہوگیا، اس لیے اس کی واپسی نئی زندگی کی طرف کسی قسم کی مشکل کا باعث نہیں بنے گی، یہ ظہور یعنی روز قیامت زندہ ہونا اہل ایمان کے لیے فخر ، عزت اور برکات کاباعث نعمتوں کی صورت میں، اور مجرموں کے لیے رسوائی اور ذلت کا باعث ہے، کتنا تکلیف دہ ہوگا کہ ایک انسان تمام عمر لوگوں کے درمیان عزت و آبرو کے ساتھ زندگی گزارے، لیکن اس دن تمام مخلوقات کے سامنے رسوا اور شرمسار ہوجائے، اس دن نہ ایسی کوئی قوت ہوگی جو اس کی برائیوں پر پردہ ڈال سکے، اور نہ کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اسے عذاب الٰہی سے رہائی بخشے۔

سورت کے آخر میں تمام مسلمانوں کے لیے اپنے کاموں میں ایک مشق اور مثال دی گئی ہے خاص طور پر اس وقت جب ایک طاقتور اور خطرناک دشمن مدّ مقابل ہو تو ہمت، حوصلہ، صبر اور محتاط طریقے سے سامنا کریں اور کسی

(c) ketabton.com: The Digital Library

بھی جلد بازی یابغیر منصوبہ بندی کے کوئی کام نہ کریں اور ایسے اقدامات سے گریز کریں جو وقت اور حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہوں ۔

سورت کے اہم ترین موضوعات:

1 - طارق کی اہمیت و عظمت کا اظہار کرنا یا اس کی قسم کھانا۔

2 - انسان کے اعمال کی نگرانی۔

3 - انسان کی تخلیق اور تکمیل کے مراحل۔

4 - قیامت اور اس دن انسانوں کے پوشیدہ رازوں کا ظہور۔

5 - قرآن کی عظمت کی طرف اشارہ۔

6 - کافروں کو مہلت دینے کا حکم۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ الطارق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ؕ﴿۴﴾
فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ يَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ
لَقَادِرٌ ؕ﴿۸﴾ يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۙ﴿۱۱﴾ وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ
الصَّدۡعِ ۙ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ ؕ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا ۚۖ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ
الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا ۙ﴿۱۷﴾

سورت کا لفظی ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مہربان نہایت رحم والاھے
وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾	قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے ستارے کی (1)
وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾	اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ کیا ہے؟ (2)
النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾	وہ تارا ہے چمکنے والا (3)
اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ؕ﴿۴﴾	کہ کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان مقرر نہیں (4)
فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ﴿۵﴾	تو انسان کو دیکھنا چاہئیے کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا ہے (5)
خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾	وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے (6)
يَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ﴿۷﴾	جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے (7)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ۸○	بیشک خدا اس کے اعادے (یعنی دوبارہ پیدا کرنے) پر قادر ہے (8)
يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ۹○	جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے (9)
فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ۱۰○	تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اسکا مددگار ہوگا (10)
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ۱۱○	آسمان کی قسم جو مینھ برساتا ہے (11)
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ۱۲○	اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے (12)
اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ۱۳○	کہ یہ کلام (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے (13)
وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ۱۴○	اور نہیں یہ بیہودہ اور ہنسی کی بات (14)
اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ۱۵○	یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں (15)
وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۚ۱۶○	اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں (16)
فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۠۱۷○	تو تم کافروں کو مہلت دو بس چند روز ہی کی مہلت دو (17)

تفسیرکا خلاصہ

محترم قارئین:

آیات مبارکہ (1 تا 17) میں فرشتے انسان کے نگران، انسانی تخلیق، رب تعالیٰ کا بنایا ہوا شاہکار، قرآن حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا، کافروں کو تھوڑی سی مہلت ایک معین وقت تک جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِۙ۝۱	قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے ستارے کی (1)

رب تعالیٰ اس سورت میں آسمان اور فرشتوں کی قسم کھا کر فرماتے ہیں: ہر ایک انسان کے لیے ایک محافظ مقرر کیا گیا ہے، جو کہ اس کے تمام افعال، اعمال، حرکات اور سکنات پر نظر رکھے ہوئے اور جانتا ہے، اس کا عقلی تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنے انجام کے بارے میں سوچے، کیونکہ وہ جو کام بھی دنیا میں کرتا ہے وہ رب تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے، یہ اعمال کا محفوظ ہونا قیامت میں حساب و کتاب کے لیے ہے، اس لیے آخرت کی فکر سے ہر گز غافل نہیں ہونا چاہئیے۔

طارق: وہ ستارہ ہے جو رات کو دوسرے ستاروں کی طرح نمودار ہوتا ہے، اور دن کو چھپ جاتا ہے، حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے: (أعوذبك من شر طوارق الليل والنهار، إلا طارقا يطرق بخير يا رحمن) ترجمہ: "میں رات اور دن کے وقت آنے والوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مگر ایسے آنے والے سے نہیں جو بھلائی لائے اے رحمٰن"

دوسری حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ مسافر آدھی رات کو اچانک اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اہل وعیال کے پاس داخل ہو۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُۙ۝۲	اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ کیا ہے؟ (2)

طارق: لغت میں: کھٹکھٹانا، "ط ر ق" کے مادے سے لیا گیا ہے، یعنی کھٹکھٹانے والا آلہ، اسی لیے ہتھوڑے کو بھی "مطرقہ" کہا جاتا ہے، عرب رات کو گھر کے دروازے پر دستک دینے والے کو "طارق" کہتے ہیں۔

یہاں طارق سے وہی مراد ہے جو دوسری آیت کے بعد ذکر ہوا ہے، یعنی: "النَّجْمُ الثَّاقِبُ" ، "ثاقب" ایک روشن ستارہ ہے جس کی روشنی انسانی آنکھ میں داخل ہوکر اس کے وجود کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔

مفسرین اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں: طارق (نجم ثاقب) سے مراد ہر وہ روشن ستارہ ہے جو آسمان میں چمکتا ہے، اس لیے عظیم رب نے ایک ستارے کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

نہیں بلکہ اس نے ان تمام ستاروں کی قسم کھائی ہے جن کی ایک خاص چمک اور روشنی ہے، کیونکہ ان ستاروں کی عظمت انسانوں پر زیادہ نمایاں ہے۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں: اس سے مراد "زحل" ستارہ ہے کیونکہ "زحل" نظام شمسی کا سب سے زیادہ دور، اونچا اور بلند ترین ستارہ ہے جسے آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے، اس کے بعد اورانوس، نیپٹون اور پلوٹون دریافت ہوئے، اگرچہ یہ تین ستارے بغیر آلات کے آنکھوں سے نہیں دیکھے جاسکتے، اور آخر میں پلوٹون کو نظام شمسی سے نکالا جاچکا ہے، کیونکہ اس کی سیارے جیسی کافی حجم نہیں ہے، بلکہ یہ ایک گردش کرنے والی چٹان ہے جو نظام شمسی میں موجود ہے۔

طارق کو زحل ستارے سے تعبیر کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ستارہ خاص خصوصیات کا حامل ہے کہ سائنسدانوں نے ابھی تک اس کے رازوں سے پردہ نہیں اُٹھایا ہے، اور وہ یہ ہے کہ زحل کے گرد حلقے نظر آتے ہیں جو فاصلے پر مسطح اور عریض ہیں، اور زحل کے گرد گھومتےہیں، کیا حلقے برف کے ٹکڑے ہیں جو اس کے ارد گرد گھومتے ہیں، یا اس بکھرے ہوئے سیارے کا ٹکڑا ہے جو اس سے پہلے سورج کے گرد گھومتا تھا یا کچھ اور ہے، تیسرا احتمال یہ ہے کہ "طارق" سے مراد "ثریا" ستارہ ہے۔

النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾	وہ تارا ہے چمکنے والا (3)

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں کہ ہمارا عظیم رب ان ستاروں کی قسم کھاتا ہے جو رات کو نمودار ہوتے ہیں اور ان کی روشنی اور چمک آسمان اور رات کی تاریکی کو چیر دیتی ہیں اور زمین سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

سب سے أصح قول مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ "النَّجۡمُ الثَّاقِبُ" تمام ستاروں کو شامل ہے، اگرچہ بعض مفسرین اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں کہ "النَّجۡمُ الثَّاقِبُ" سے مراد"زحل" ستارہ ہے، جس کی روشنی ساتوں آسمانوں سے گزر کر دیکھی جاتی ہے۔

اسی طرح بعض مفسرین کا یہ عقیدہ ہے کہ "النَّجۡمُ الثَّاقِبُ" سے مراد چاند ہے جو دراصل ہمارے قریب ترین روشن ستاروں میں سے ایک ہے، یہ ایک چھوٹا ستارہ ہے چونکہ اس کا فاصلہ ہم سے بہت کم ہے اس لیے وہ ہمیں بڑا نظرآتاہے
۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌؕ۝۴	کہ کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان مقرر نہیں (4)

رب تعالیٰ قسم کھاتے ہوئے فرماتے ہیں: ہر ایک کے لیے ایک نگہبان مقرر ہے جو اس کے اچھے اور برے کاموں کو لکھ کر محفوظ کرتا ہے، اور وہ اپنے ہر کام کے بدلے میں جو اس نے کیا ہے اور محفوظ ہوا ہے جزا اور سزا پائے گا، یہ آیت پچھلی دونوں قسموں کا جواب ہے۔

نگہبان اور محافظ وہ فرشتے ہیں جو انسانی عمل، گفتگو، کردار اور خیر و شر میں سے جو عمل کرتاہے اسے لکھ کر محفوظ کردیتے ہیں اور آفتوں اور مصیبتوں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ وہ اس کے اعمال، روزی اور مقررہ وقت کو لکھ کر اس کی نگرانی کریں، دراصل نگرانی کرنے والی ذات اللہ رب العزت ہے، لیکن فرشتوں کی نگہبانی اس اللہ کی نگہبانی کے زیرِ اثر اور تابع ہے، کیونکہ فرشتوں کی انسان پر نگرانی رب کے حکم سے ہے۔

فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَؕ۝۵	تو انسان کو دیکھنا چاہئیے کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا ہے (5)

انسان کو اپنی تخلیق اور ابتدائی پیدائش کو دیکھنا چاہئیے، یعنی: انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے بارے میں غور و فکر کرے تاکہ وہ جان سکے کہ اللہ تمہاری پہلی تخلیق پر قادرہے تو دوبارہ زندہ کرنا تو اس سے آسان ہے۔

خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍۙ۝۶	وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے (6)

"اچھلتے پانی" جوکہ رحم میں بہادیا جاتا ہے، اس سے مراد مرد اور عورت کے نطفہ کا پانی ہے، اس لیے کہ انسان ان دونوں پانیوں سے مل کر بنا ہے، ان دونوں کا ایک ہی لفظ میں ذکر کیا ہے اس بنا پر کہ دونوں پانی باہم خلط کیے جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہےکہ: ابو اشدرنگے ہوئے چمڑے پر کھڑے ہوکر کہتا تھا: اے قریش! جو مجھے اس چمڑے کے اوپر سے ہٹالے میں فلاں فلاں چیز دونگا، پھر کہتا محمد کا دعوی ہے کہ: جہنم کے نگہبان انیس(19) افراد ہیں، میں اکیلے تمہیں ان میں سے دس سے نجات دونگا، اور تم سب مجھے

(c) ketabton.com: The Digital Library

باقي نو کے شر سے نجات دلاؤ، اس کے متعلق: "فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ" نازل ہوئی۔

يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝	جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے (7)

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ: اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اس سے مراد ممکن ہے صرف آدمی کی منی ہو جو اس کی کمر اور سینے سے نکلتی ہے، شاید یہی معنی بہتر ہو، کیونکہ پانی کو کودنے والا کہا گیا ہے، اور یہ مرد کی منی ہے جوکہ کودنے والی ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ "ترائب" کا لفظ مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور مردوں میں "ترائب" والے دو پستان والی عورت کی طرح ہے، اگر اس سے مراد عورت ہوتی تو فرماتا: "من بين الصلب والثديين" یعنی کمر اور دو پستانوں کے درمیان سے۔

"الصُّلْبِ"پشت کی ہڈی، ریڑھ کی ہڈی۔

"التَّرَائِبِ"جمع "تَرِيبَة"، سینے کی ہڈیاں۔

"يَخْرُجُ" فعل کا فاعل ضمیر مستتر (ھو) ہے جو اس سورت کی پانچویں آیت میں "انسانُ" کی طرف لوٹتی ہے، ترقی یافتہ انسانی جنین کے دو قطب جنین کے آخری ہفتوں میں ماں کے سینے کی سٹرنم اور نچلی پسلیوں اور ماں کی کمر کی ریڑھ کی ہڈی کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور وہاں سے یہ برتھ کینال کے راستے میں حرکت کرنا شروع کردیتا ہے۔

"رجعہ" میں ضمیر "ہ" "انسانُ" کی طرف راجع ہے، یہ آیات نطفہ کے جمنے کے آغاز سے لے کر قیامت تک انسانی زندگی کے راستے کا جائزہ لیتی ہے۔

انسانی نطفے میں 200 تا 300 یا اس سے بھی زیادہ اسپرم ھوتے ھیں بعض نے ان کی تعداد 200 تا 500 بھی بتائی ھے، ان اسپرم کو جراثیم، کیڑے اور کرم بھی کھاجاتاھے، ھراسپرم کی لمبائی 10 تا 100 بال برابر ھوتی ھے، اور ھر بال ایک میٹر کا دس لاکھواں حصه بنتاھے، ان اسپرم میں سے ھرایک کا سر، گردن اور ایک متحرک دم ھوتی ھے یه 16 سے 23 مائکرون فی سیکند

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی رفتارسے حرکت کرتے هیں، مجامعت کے وقت عورت کے رحم میں یه اسپرم داخل هوتے هیں، مگر بچه پیدا کرنے کے لیے ان 200 تا 5000 اسپرم میں سے صرف ایک هی کافی هوتاهے ، اور اگر ایک مردانه اسپرم عورت کے نطفے کے ایک جرثومے میں داخل هوجائے تو ان دونوں کے ملاپ سے بچه تولد ہوتاهے، بقیه جراثیم کی ضرورت نهیں رهتی (توماس، رویان شناس لانگمس، رضای، حسن رضا، قرآن و فرهنگ زمانہ طبع تہران).

منی کی اصل جگه کے بارے میں ماهرین کهتے هیں که لغت کی کتابوں میں منی کی جگه صلب اور ترائب بتایاگیاهے، صلب ریڑھ کی دوهڈیاں اور ترائب ان هڈیوں کے مقابل سامنے یعنی پیڑوکی دوهڈیاں هیں، یه پچهلی اور اگلی هڈیاں ریڑھ کے مهروں کے ذریعے مربوط هیں، (جب مرد کا نطفه عورت کے رحم میں جاتاهے تو) پهلے وه بیضه میں اور بیضه رحم میں قرار پاتاهے، اگرجنین نرهے تو چهماه تک پشت میں (عورت کے رحم کے ایک حصے میں) رهتاهے ، اور پهر وقت مکمل هونے پر پیدا هوتاهے، اور اگر جنین ماده هے تو مختصر وقت کے لیے رحم کی اطراف کی نالیوں میں (پشت میں نهیں) رهتاهے، (پهررحم میں آتا ہے اور پهر اپنے مقرره وقت پرپیدا هوتاهے).

انسانی نطفه کی پیدائش وافزائش کے بارے میں ایک اور علمی نظریه بهی هے جو که لغت کے مطابق بهی هے اورمشهور قول بهی هے اور وه رائے یا نظریه اس طرح هے که مرد کا نطفه مرد کے صلب یعنی پشت اور اس کے ترائب یعنی ٹانگوں کی اوپری هڈیوں کے درمیان سے خارج هوتاهے، پوسٹ مارٹم اور انسانی جسم کی جانچ سے ثابت هواهے که مرد کی منی کے گزرنے اور قرار پکڑنے کی جگه صلب اور ترائب (پشت اور اگلی هڈیوں) کے درمیان هے ، یهیں پر منی کی تهیلیاں هیں، یهیں پر وه غدود هیں جو منی میں رطوبت شامل کرتے هیں (پروسٹیٹ گلینڈ) یعنی هم یوں کهه سکتے هیں که صلب ایک عصبی نظام هے ، جو تناسل کے کام کا مرکزهے اور ترائب اس تناسل کے اجراء کے لیے عصبی کام کرنے والے کا نام ہے، صلب منی کو اپنے اندر رکهتاهے اور ترائب اس کو بوقت ضرورت خارج کرتاهے، اور یه دونوں یعنی صلب اور ترائب آدمی کے کولهے کی هڈیاں صلب اورخصیتین کے اطراف کی دو هڈیاں یعنی ترائب منی کا مرکز هیں (دیاب و قرقوز، رضای، حسن رضا، بررسی شبهات، قرآن و فرهنگ زمانہ).

اس رائے کو مد نظر رکهیں اور کتب لغت اور مفسرین اور طب کے ماهرین کی رائے کو دیکهیں تو کهاجا سکتاهے که صلب یعنی مرد کی پشت ایک عصبی

(c) ketabton.com: The Digital Library

مرکزھے اور ترائب ران کے اوپر کی وہ ھڈیاں ھیں جن کے درمیان مرد کے تناسلی اعضاء ھیں، چنانچہ صلب اور ترائب ماھرین کی نظر میں یھی ھیں۔

إِنَّهُۥ عَلَىٰ رَجْعِهِۦ لَقَادِرٌ ۝٨	بیشک خدا اس کے اعادے (یعنی دوبارہ پیدا کرنے) پر قادر ہے (8)

جس خدا نے انسان کو اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا ہے ایسا پانی جو ایسی مشکل جگہ سے نکلتا ہے، انسان کو آخرت میں دوبارہ زندہ کرکے جزا و سزاء کیلئے لوٹانے پر قادر ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمیں در اصل انسان کی کمزوری اور عاجزی یاد دلائی ہے اور اسے قیامت کا اقرار کرنے کی ہدایت دی ہے، کیونکہ وہ ذات جو اسے پہلی بار پیدا کرنے کی طاقت رکھتی ہے، دوبارہ اس کو بطریق اولیٰ پیدا کرسکتی ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى ٱلسَّرَآئِرُ ۝٩	جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے (9)

جس دن چھپی ہوئی اچھائیاں اور برائیاں چہرے سے عیاں ہوجائیں گی، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: (يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۝) ترجمہ: "جس دن بہت سے چہرے سفید ہونگے اور بہت سے سیاہ" دنیا میں بہت سے چہرے پوشیدہ رہ جاتے ہیں، لوگوں کے لیے ظاہر نہیں ہوتے ، لیکن قیامت کے دن نیک لوگوں کی نیکیاں اور بُرے لوگوں کی بُرائیاں اعلانیہ طور پر آشکار ہوجائیں گی ۔

فَمَا لَهُۥ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝١٠	تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اسکا مددگار ہوگا (10)

یعنی اپنے دفاع کی صلاحیت بھی نہیں رکھ سکے گا اور نہ ہی کوئی اس کا مدد کرنے والا ہوگا۔

"التسہیل" میں ہے کہ: چونکہ دنیا میں رکاوٹوں اور مسائل کو یا تو انسان خود ہی دور کرسکتا ہے یا کوئی اور ان پر قابو پانے میں اس کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن انسان ان میں سے کسی سمت سے مدد حاصل نہیں کرسکے گا، نہ اس کی اپنی طاقت ہوگی اور نہ کوئی اس کی مدد کرسکےگا (التسہیل:192/4) ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

(فَمَالَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ) بہت ساری آیتوں کے رو سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آتی ہے کہ: قیامت کے دن نجات کا ذریعہ صرف اور صرف ایمان اور عمل صالح ہے اور بس، (ملاحظہ کریں: آیہ :19: سورہ انفطار).

"ناصر" نَصَر اور نُصرت کے مادے سے ایک خاص قسم کی مدد کرنے کو کہتے ہیں، نصر اور عون میں فرق یہ ہے کہ "عون" ہر قسم کی مدد کرنے کو کہتے ہیں، جبکہ نصرت مدد کرنے کی ایک خاص قسم کو کہتے ہیں جو آفت اور مصیبت کے وقت ہوتی ہے، جس کا انسان محتاج ہو، مدد کا ایک حصہ اللہ کی طرف سے بندوں کے لیے ہے اور دوسرا حصہ جو قرآن کریم میں آیا ہے بندے کی طرف سے اللہ کی طرف ہے، "اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ۝" (محمد:7) ترجمہ: "اگر تم اللہ (کے دین اور پیغمبر) کی مدد کرو گے، وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا"

اللہ کے لیے انسانی نصرت کا کیا مطلب؟ یعنی: بندگی کرنا اور اللہ کی نازل کردہ حدود اور احکام کو قائم کرنا، خدا کے ساتھ اپنے عہد کو برقرار رکھنا، ان تمام معنوں کا مجموعہ اللہ کے لیے انسان کی نصرت اور مدد میں شامل ہے، لیکن ان سب سے بڑھ کر بندے کی مدد کا بہترین طریقہ اللہ کی بندگی ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۝۱۱	آسمان کی قسم جو مینھ برساتا ہے (11)

مفسرین "رجع" کے معنی میں لکھتے ہیں: "رجع" وہ بارش ہے جو لگاتار برستی ہے، یعنی ایک بار برستی ہے اور ختم ہوتی ہے پھر واپس آتی ہے اور برستی ہے، بارش والے آسمان کی قسم کہ ہر سال اس سے بارش برستی ہے، اور وہ زمین کو چیرتی ہے اور پودے اور سبزہ اگاتی ہے، اور اسی کے ذریعے انسان اور جانور زندہ رہتے ہیں خدا تعالیٰ کے احکام ہمیشہ آسمان پر انجام پاتے ہیں، قیامت کے دن زمین پھٹ جائے گی اور اس سے مردے باہر آئیں گے ۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "رجع" کا مطلب ہے اگر بارش نہ ہو تو انسان نیست و نابود ہوجائیں گے، اور چوپائے تباہ ہوجائیں گے۔

وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ۝۱۲	اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے (12)

(c) ketabton.com: The Digital Library

جسے پودوں، درختوں، آتش فشاں وغیرہ کو نکالنے کے لیے چیرا جاتا ہے، اور یہ چیزیں اس سے نکلتی ہیں، "ذَاتِ الصَّدۡعِ" جس میں شگاف ہو، زراعت کے لیے تیار، نباتات اُگنے کی وجہ سے شگاف پڑجانا۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: "ذَاتِ الصَّدۡعِ" کا مطلب ہے سبزہ اُگنے اور پھل دینے کے موقع پر زمین کو پھاڑ دینا (تفسیر طبری:90/30)

اللہ تعالیٰ نے آسمان کی قسم کھائی ہے جو ہم پر بارش برساتا ہے ، زمین کی قسم کھائی ہے جو ہمیں پھل اور نباتات دیتی ہے، تخلیق کے معاملے میں آسمان کو باپ اور زمین کو ماں کی حیثیت حاصل ہے، دونوں کے درمیان عظیم اور ہمہ گیر نعمتیں ہیں جن پر انسانوں اور جانوروں کی بقاء کا انحصار ہے۔

إِنَّهُۥ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ١٣	کہ یہ کلام (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے (13)

یہ مبارک آیت جواب قسم ہے: بلاشبہ یہ قرآن حق اور باطل ، گمراہی اور ہدایت اور نیکی اور بد ی میں فرق کرتا ہے۔

"فَصۡلٌ" (1)یعنی حق اور سچا ہے، (2) اس کی معلومات صحیح اور غلط میں فرق واضح کرتی ہیں، (3)یہ متقی اور ظالم میں فاصلہ پیدا کرتا ہے۔

وَمَا هُوَ بِٱلۡهَزۡلِ ١٤	اور نہیں یہ بیہودہ اور ہنسی کی بات (14)

قرآن پاک مبالغہ آرائی یا مذاق نہیں ہے، بلکہ قرآن ایک سنجیدہ کلام ہے، ایسا کلام جو صحیح اور غلط گروہوں اور افکار کے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اختلافات اور جھگڑے اسی کے ذریعے حل ہوجاتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلاشبہ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے" حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس فتنے کے شر سے بچنے کا راستہ کونسا ہے؟ فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب: اس فتنے کے شر سے بچنے کا راستہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب ہے،(فیہ نبأ من قبلکم، وخبر ما بعدکم، وحکم ما بینکم، ھو الفصل لیس بالھزل، من ترکہ من جبار قصمہ اللہ ومن ابتغی الھدی فی غیرہ أضلہ اللہ وھو

(c) ketabton.com: The Digital Library

حبل الله المتين، ونوره المبين، وهو الذكر الحكيم، وهو الصراط المستقيم، وهو الذی لا تزیغ به الأهواء ولا تلتبس به الألسنة ولا تتشعب معه الآراء ولا یشبع منه العلماء ولا یمله الأتقیاء ولا یخلق علی کثرة الرد ولا تنقضی عجائبه، هو الذی لم تنته الجن لما سمعته أن قالوا): "قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝١ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۝ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝٢" (سورة الجن:1 تا 2) ترجمہ: اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں(یعنی اعمال و اخلاق کے جو دُنیاوی و آخروی نتائج و ثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں، قرآن مجید میں ان سب سے آگاہی دے دی گئی ہے) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں قرآن میں اُن کا حکم اور فیصلہ موجود ہے (حق و باطل اور صحیح اور غلط کے بارے میں) وہ قول فیصل ہے، وہ فضول بات اور یاوہ گوئی نہیں ہے، جو کوئی جابر و سرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور اور سرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا) اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا، اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اُس کے حصے میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی، (یعنی وہ ہدایت حق سے محروم رہے گا) قرآن ہی حبل اللہ المتین ہے(یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے)، اور اللہ کا چمکتا نور ہے، اور محکم نصیحت نامہ ہے، اور وہی صراط مستقیم ہے، وہی ہے جس کی اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں، اور زبانیں لڑکھڑ انہیں سکتیں، اور آراء اس کی روشنی میں متفرق نہیں ہوں گی، اور علم والے اس کے علم سے کبھی سیر نہیں ہونگے، اور متقی لوگ اس سے کبھی بیزار نہیں ہوں گے، کثرتِ مزاولت سے کبھی پرانا نہیں ہوگا، اور اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے، قرآن کی شان یہ ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اٹھے: (قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝١ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۝ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝٢)(سورة الجن:1 تا 2) ترجمہ: "(اے پیغمبر لوگوں سے) کہدو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک بہترین قرآن سنا۔ جو بھلائی کا راستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے"

جو قرآن کے علم سے آراستہ ہوا وہ آگے بڑھ گیا اور جس نے قرآن کے ذریعے بات کی اس نے سچ کہا، اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی وہ راہ راست پر آ گیا، قرآن عظیم ایک مشعل ہے جو بجھتی نہیں اور وہ ایسا چراغ ہے جس کی روشنی کبھی ختم نہیں ہوتی، قرآن وہ کتاب ہے جو صحیح اور غلط کو الگ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کرتی ہے، اور ذہنوں سے شکوک و شبہات کو دور کرتی ہے، اور اس کو سننے اور پڑھنے سے دل کو چمکایا جاتا ہے اور تقویت ملتی ہے، انسان کو سکون اور اطمینان ملتا ہے، قرآن کریم انسانیت کے لیے ہدایت اور روشنی کی کتاب ہے، اور انسان کی زندگی میں اس کی حیثیت اور کردار نہایت ہی اہم اورضروری ہے۔

قرآن کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو صرف 1400 سال پہلے رہنے والے لوگوں کی رہنمائی کے لیے نازل ہوئی ہے، بلکہ قرآن تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک کتاب ہے، بشر اور بشریت کی پوری تاریخ میں، یعنی جب تک انسان باقی ہے قرآن کریم ان کی رہنمائی کرتا رہے گا، انسان حقیقی ترقی اس وقت حاصل کرسکتا ہے جب وہ قرآنی ہدایات پر کان دھرے، انسان اصل اور ابدی سعادت اس وقت حاصل کرسکتا ہے جب وہ قرآن پاک اور اس کی تعلیمات کی طرف رجوع کرے۔

مسلمانو یاد رکھو!

زندگی کے تجربات نے ثابت کیا ہے کہ جو بھی قرآن کے راستے پر ہے اور قرآن سے دوستی رکھتا ہے، اسے چاہتا ہے اور اس کی قدر کرتا ہے اور احترام کرتا ہے، یقین رکھو کہ اسے قرآن پر بھروسہ اور اعتماد رکھنے کا صلہ ضرور ملے گا، قرآن کریم انسان کو زندگی میں اکیلا نہیں چھوڑے گا، قرآن ایسی کتاب ہے جو غم اور خوشی میں انسان کا ساتھ دیتی ہے، یہ بات یاد رکھو کہ قرآن آدھے راستے کا دوست اور ساتھی نہیں ہے، یہ ایسی کتاب ہے جو لوگوں کو خوشی اور سرشاری کے ساتھ عبادت کرنے کی دعوت دیتی ہے، اگر انسان کا دوست قرآن ہے تو یقیناً اس دوستی کا حامی الله تعالیٰ ہے، اور الله سے زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد کون ہے؟ اور کون ایسا ہے جو نصرت اور مدد کرنے میں الله تعالیٰ سے زیادہ قوی اور قابل اعتماد ہو ؟

یہ کتاب وعظ و نصیحت اور شیریں کلام سے بھرپورہے اور انسانوں کو اعلیٰ مرتبے کا احترام دیتی ہے، اس کتاب کے قوانین و احکام پر عمل کرنا نہ صرف مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کا سبب ہے، بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں کو اس کی طرف دعوت دینا ہے، قرآن کریم دنیا کے مسلمانوں کے لیے بحیثیت سہارا اور آرام گاہ اور مسلمانوں کی وحدت میں اتحاد کا مرکزی محور شمار ہوتا ہے، یہ کتاب مسلمانوں کی طاقت اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی کمزوری رہی ہے اور رہے گی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

إِنَّهُمۡ يَكِيدُونَ كَيۡدٗا ١٥	یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں (15)

جو لوگ قرآن اور پیغمبر کو جھٹلاتے ہیں وہ سخت دھوکہ دہی کرتے ہیں، تاکہ اپنے اس دھوکے سے حق کو شکست دیں اور باطل کی مدد کریں۔

یہ آیت مبارکہ کفار اور خاص طور پر کفار قریش کے بارے میں ہے کہ وہ اپنی جدوجہد اور کوشش سے لوگوں کو قرآن، پیغمبر اور اس کی دعوت سے دور رکھنا چاہتے ہیں، ان کا یہ کام ایک منصوبہ بندی پر مبنی ہے، وہ پیغمبر کو روکنے اور کمزور کرنے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، اور مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔

"يَكِيدُونَ" كَيۡدٌ کے مادے سے ہے، اور یہ کسی کام کے انجام دینے کے بارے میں سوچنے کی قسم ہے، یہ ایک قابل مذمت چال ہوسکتی ہے، یعنی چالاکی اور دھوکہ دہی سے کرنا، کید بعض مرتبہ ممدوح بھی ہوسکتا ہے، یعنی قابل تعریف ہوسکتاہے جیسے کوئی اچھی چال چلنا کسی اچھے مقصد کے لیے۔

وَأَكِيدُ كَيۡدٗا ١٦	اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں (16)

یعنی: میں بھی تدبیر کروں گا، تاکہ ان کا کوئی بھی مکر و تدبیر مؤثر نہ ہو، میں بھی حق کو ظاہر کرنے کے لیے اور اس باطل کو جو وہ لائے ہیں دور کرنے کے لیے تدبیر کروں گا اگرچہ کافروں کو یہ پسند نہ ہو، یہ واضح ہے کہ کون کامیاب ہوگا، کیونکہ انسان بہت کمزور ، حقیر اور کمتر ہے خدائے غالب اور حکیم کو شکست نہیں دے سکتا۔

مفسر ابو سعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ان کے مکر و فریب کے مقابلے میں ایک مضبوط اور ٹھوس چال سے کام لوں گا جسے رد نہیں کیا جاسکےگا، کہ جب وہ ہر چیز سے غافل ہونگے میں انہیں گرفت میں لے لوں گا۔(ابوسعود:438/8)

اس آیت کریم میں اللہ تعالیٰ نے دعوت دینے والےمسلمانوں کو تسلی دی ہے اور انہیں ذہنی اطمینان بخشا ہے، فرماتا ہے: پریشان اور اداس مت ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں، اور وہ لوگ میرے مد مقابل کھڑے نہیں ہوسکتے ، ان سب کو ہلاک کردوں گا، لیکن یہ تب ہوگا جب تم اپنی دعوت اور ذمہ داری بھرپور ادا کرو گے، پھر اس وقت تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی، جس "کید" کی یہاں اللہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی ہے اس "ممدوح کید" کی قسم میں سے ہے (یعنی تدبیر کے معنی میں ہے)۔

آیت مبارکہ کے مفہوم سے واضح ہوجاتاہے کہ: انسان کے ساتھ اللہ کا معاملہ اس کے اعمال کی مناسبت سے ہوگا، اگر سیدھے اور خیر کے راستے میں قدم اُٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت عطا فرمائے گا، (جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ) (عنکبوت:69) اگر مکر اور حیلہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے مکر میں گرفتار ہوگا، (يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا) اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۱۷	تو تم کافروں کو مہلت دو بس چند روز ہی کی مہلت دو (17)

تاکہ ان سے متعلق اتمام حجت ہوجائے اور بعد میں ان کا بُرا ہوگا، اور وہ دنیا و آخرت میں شرمندہ ہونگے، زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ ان کے اعمال کا نتیجہ ان کے سامنے ظاہر ہوگا، اور ضرور جان لیں گے ان کی چال اور دھوکے کی میری تدبیر کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے، اس لیے دشمن کے ساتھ معاملہ میں نہ خود عجلت اور جلدی کریں اور نہ اللہ سے جلدی اور عجلت چاہیں۔

"مَهِّلِ" جو کہ "مھل" کے مادے سے ہے، اس کا مطلب ہے سکون و اطمینان سے کسی کام کو انجام دینا، "مہلت" یعنی ایسا موقع پیداکرنا کہ کام حوصلہ مندی سے پورا کرسکے، اسی طرح "امہال": یعنی چھوڑنا اور تاخیر کرنا، "تھوڑے سے وقت میں" ان کو مہلت دو قریب کی مہلت، اور تھوڑی مہلت، اور عنقریب تم دیکھو گے کہ ان پر ذلت آمیز عذاب نازل ہوگا، اور جب عذاب کا وقت آئے گا تو آپ ان کی زندگی کا تلخ خاتمہ دیکھیں گے۔

جنین میں مرد اور عورت کے انڈوں کا کردار

آیہ مبارکہ "يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۷" (طارق:7) میں خلقت کا موضوع اور اس میں سے "جنین" کے موضوع پر بحث کی گئی ہے، جنین لغت میں ڈھانپنے کے معنی میں ہے یعنی کسی بھی چیز کو چھونے سے بچانا بچے کے لیے "جنین" کہا گیا ہے کہ وہ ماں کے رحم میں پوشیدہ اور مخفی ہے۔

صحیحین میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا، يَقُولُ: يَا رَبِّ نُطْفَةٌ، يَا رَبِّ عَلَقَةٌ، يَا رَبِّ مُضْغَةٌ، فَإِذَا أَرَادَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

أَنْ يقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ: أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى، شَقِي أَمْ سَعِيدٌ، فَمَا الرِّزْقُ وَالأَجَلُ، فَيكْتُبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ.(بخاري (6595) و مسلم (2624)"

ترجمہ: "رحم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ اے رب! اب یہ نطفہ ہے، اے رب! اب یہ علقہ ہوگیا ہے، اے رب! اب یہ مضغہ ہوگیا ہے، پھر جب اللہ چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو کہتا ہے کہ مذکر یا مؤنث، بد بخت ہے یا نیک بخت، روزی کتنی مقرر ہے اور عمر کتنی، پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔"

اس کا ہر مرحلہ چالیس دن ہے، یعنی چالیس دن نطفہ، چالیس دن علقہ، اور تیسرے مرحلے میں چالیس دن مضغہ(یا تخلیق) کہتے ہیں، اور آخری مرحلے میں جب "مضغہ" ہو جاتا ہے تو فرشتے کو مقرر کیا جاتا ہے لکھنے کے لیے اور بچے کے جنس کو بھی کہا جاتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إِنَّ أَحَدَكُمْ يجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يوْمًا، ثُمَّ يكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ)(بخاري:3208)ترجمہ: "تم میں سے ہر ایک شخص کا مادہ تخلیق چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں اکھٹا کیا جاتا ہے، پھر وہ اتنی مدت (چالیس دن) کے لیے علقہ رہتا ہے، پھر اتنی ہی مدت کے لیے مضغہ کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے، جو اس میں روح پھونکتا ہے اور چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے۔"

انتہائی مرحلہ مضغہ ہے جس سے تخلیق ہوتی ہے رب تعالیٰ کا یہ فرمان اس کی دلیل ہے:(فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ۝) (سورہ حج:5)

ترجمہ: "تو ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتدا میں) مٹی سے پھر اس سے نطفہ بنا کر۔ پھر اُس سے خون کا لوتھڑا بنا کر۔ پھر اُس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر کردیں۔"

"مُّخَلَّقَةٍ" یعنی: گوشٹ کا ٹکڑا جس کا واضح چہرہ، جسم اور کامل تخلیق کے ساتھ آنکھ، منہ اور پاؤں وغیرہ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

پھر آخری مرحلہ مضغہ (جو اسی دن کے بعد سے شروع ہوکر ایک سو بیس دن تک طول پکڑتا ہے) میں دھیرے دھیرے جنین کی شکل ظاہر ہونے لگتی ہے، اور اس کی جنس بھی فرشتے کو بتادی جاتی ہے، آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اس نوزائدہ بچے کی جنس کو نہیں جانتا، جیسا کہ فرماتا ہے: (إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۝ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۝ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۝ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۝ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝٣٤) (سورہ لقمان : 34) ترجمہ: "خدا ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینھ برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے(کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا۔ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اُسے موت آئے گی۔ بیشک خدا ہی جاننے والا (اور) خبردار ہے"۔

اس آیت مبارکہ اور گذشتہ حدیث کے مابین تطبیق دیں گے تو ہمیں یہ نتیجہ ملے گا کہ آیت کا معنی یہ ہے: نوزائدہ کی تخلیق سے پہلے (تیسرے مرحلے کی تکمیل سے پہلے) صرف اور صرف خدا اس کی جنس کو جانتا ہے، لیکن اس کی تخلیق کے بعد اس کے فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا مقررہ وقت لکھے اور جنین کے جنسیت سے اسے باخبر کیا جاتا ہے، اب جنین کا علم غیبیات کا حصہ نہیں رہا، بلکہ اب عالم گواہی کا جز ہے، کیونکہ مامور بہ فرشتہ بھی اس نوزائدہ کی جنسیت سےمطلع ہوا ہے، حالانکہ وہ حالت غیبی سے خارج ہوا ہے، اس لحاظ سے جدید آلات کے ذریعے انسان مضغہ کے مرحلے (چار ماہ) مکمل ہونے کے بعد حمل کی شکل سے جنین کی جنس جان سکتا ہے، لہٰذا طبی آلات کے ذریعے اس امر کو جاننا اس آیت سے متضاد نہیں ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا پیدا کرنا چاہتا ہے، لیکن جب بھی جنین کے مذکر اور مؤنث ہونے یا بد بخت یا خوش بخت ہونے کا حکم کرے، اس کے مؤکل فرشتے بھی اس سے واقف ہوجاتے ہیں، اور پھر اس کے بعد جس کو بھی چاہے اپنی مخلوقات میں سے وہ بھی واقف ہوجاتا ہے"۔

ایک اور نکتہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں عام طور پر فرمایا ہے: "وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ" یعنی: "جو کچھ ماؤں کے رحموں میں ہے جانتا ہے"

اس آیت میں جنین کی جنس کی طرف اشارہ نہیں کیا بلکہ فرمایا: جنین کے احوال سے آگاہ ہے، اور یقیناً جنین کی جنس جاننا جنین کے احوال میں سے ہے، لیکن دیگر معاملات جیسے: بچہ ماں کے پیٹ میں کتنا وقت گذارے گا، اور اس کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

زندگی کی مقدار، اس کے اعمال، اور اس کے رزق و روزی کی مقدار، اس کی نیک بختی اور بدبختی بھی ان حالات و معاملات میں سے ہے جو اس آیت کے عموم میں داخل ہے، کہ جس سے صرف اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔

صدق اللہ العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library